قانون توہین رسالتؐ کے نئے معنی ومفہوم!

تحریر: محمد اسماعیل قریشی (ایڈووکیٹ)

''یہ مضمون ان اسلامیان پاکستان خواتین وحضرات کی توجہ کا متقاضی ہے جو توہین رسالت کے قانون کی مخالفت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے اور اب توہین رسالت کے کیس میں ننکانہ صاحب کے نواحی گاؤں کی خاتون آسیہ بی بی کی سزائے موت کے خلاف بطور فیشن احتجاج کرتے ہوئے اس کی آڑ میں توہین رسالت کے قانون کو ختم کرانے کے درپے ہیں۔ ماڈریٹ کہلانے والے ان خواتین وحضرات کو کیا امریکہ، برطانیہ سے قانون توہین مسیح کو ختم کرنے یا اس میں ہلکی سی ترمیم کا تقاضا کرنے کی جرأت بھی ہو سکتی ہے۔'' (ادارہ)

ایاز میر صاحب کے کالم بعنوان ''توہین رسالتؐ کے قوانین کیوں دکھائی نہیں دیتے۔'' میں بعض امور توجہ طلب ہیں۔ جس کیلئے اس قانون کے مختصر پس منظر کا ذکر ضروری ہے۔ ''امتناع توہین رسالتؐ'' کے قانون کے نفاذ کیلئے سال ۱۹۸۴ء میں راقم الحروف نے ''فیڈرل شریعت کورٹ'' میں اس وقت پیٹشن دائر کی تھی۔ جب یورپ اور خاص طور پر ماسکو سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف گستاخانہ اور دل آزار حملوں کی یلغار ہو رہی تھی۔ جس کے لٹریچر کو آفاقی اشتمالیت کے نام سے ایک انتہاء پسند کمیونسٹ نے کتابی شکل میں شائع کیا اور اس کو ہائی کورٹ بار اور دوسرے اداروں میں مفت تقسیم کیا جا رہا تھا۔ اس کتاب میں بتلایا گیا تھا کہ اسلام کا دور ختم ہو چکا ہے اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں گستاخانہ اور نہایت نازیبا کلمات استعمال کیے گئے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت سے قبل، راقم کا ایک این جی او کے خلاف ''قانون توہین رسالتؐ'' کا ایک مقدمہ فیڈرل کورٹ میں زیر سماعت تھا۔ جس میں ملک کے چوٹی کے علماء اور مسلمان دانشوروں کو طلب کیا گیا تھا۔ جن کی متفقہ رائے تھی کہ توہین انبیاء علیہم السلام اسلام کے علاوہ مسیحی اور موسوی قانون کی رو سے بھی ناقابل معافی جرم ہے۔ بائبل کی رو سے اس جرم کی سزا سنگسار یا زندہ جلا دینے کی تھی۔ جس کے مطابق گستاخِ مسیحؑ کو یہ سزا دی جاتی رہی ہے۔ اسلام

کی رو سے اس جرم کی سزا قتل مقرر ہے۔ اس بارے میں راقم کی پیٹشن فیڈرل شریعت کورٹ نے منظور کر لی تھی اور توہین رسالتؐ کو نا قابل معافی جرم قرار دیتے ہوئے اس کی سزا قرآن و سنت کی رو سے سزائے موت مقرر کر دی گئی۔ ملاحظہ ہو۔ فیصلہ بمقدمہ محمد اسماعیل قریشی بنام جنرل محمد ضیاء الحق وحکومت پاکستان PLD 1991 FSC 10 اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی گئی۔ جب اس اپیل کی اس وقت کے وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کو اطلاع ملی تو انہوں نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا قانون توہین رسالتؐ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کسی اہل کار کی شرارت معلوم ہوتی ہے۔ اگر توہین رسالتؐ کی سزا موت سے بھی زیادہ سنگین ہوتی تو اس پر بھی عمل درآمد کیا جاتا۔ میاں نواز شریف نے فوری طور پر سرکاری وکیل کو حکم دیا کہ توہین رسالتؐ کے مقدمہ کے فیصلہ سزائے موت کے خلاف اپیل واپس لی جائے۔ جس کو بوجہ دستبرداری سپریم کورٹ نے خارج کر دیا۔ جناب ایاز میر میاں محمد نواز شریف کے ہم نشینوں میں ہیں اور ان ہی کی حمایت سے قومی اسمبلی میں پہنچے ہیں۔ لیکن ان کے توہین رسالتؐ کے خلاف مضمون پر میاں صاحب کے حوالہ سے فارسی کی یہ مثل صادق آتی ہے۔ ''من چہ می گویم وطنبورہ من چہ می سرائید''

صاحب موصوف کو قانون توہین رسالتؐ کے خلاف اپنے مضمون توہین رسالتؐ کے قانون کیوں دکھائی نہیں دیتے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں گستاخی یا اہانت توہین رسالتؐ نہیں۔ جس کسی کو قانون کی مروجہ اصطلاحات کا علم نہ ہو وہ بزعم خود قانون رسالتؐ کے خود ساختہ معانی و مفہوم کو پیش کرنے کی جسارت کرے۔ اس پر ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے۔ قانون کی تعبیر اور تشریح ماہرین قانون اور عدلیہ کا کام ہے۔ اگر ہر کس و ناکس یہ کام اپنے ہاتھ میں لے لے تو قانون بازیچہ اطفال ہو جائے گا۔ جو ملک اور قوم کو تباہی کے کنارے پہنچا دے گا۔

ایاز میر صاحب کے بیان کئیے ہوئے توہین رسالتؐ کے مفہوم سے نہ تو واضعان قانون کو تخلیقی آگہی ہے اور نہ اعلیٰ عدلیہ اور سپریم کورٹ کے جج جن کی ساری عمر قانون کی تعبیر اور تشریح کرتے ہوئے گزری ہے۔ اپنے حضرت ایاز میر کی اس تحقیق انیق سے آشنا معلوم ہوتے ہیں توہین رسالتؐ کے وضعی مفہوم کو بیان کرتے ہوئے ایاز میر صاحب نے اپنے اس مضمون میں جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔ اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اصل توہین مذہب (رسالت) تو یہ ہے کہ ایک بچہ بھوک سے بلک رہا ہو یا کوئی بچہ پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے بھیک مانگنے پر

مجبور ہو یا ایک عورت تنگ دستی کی وجہ سے بچوں سمیت دریا میں چھلانگ لگا دے۔ معلوم نہیں ان کاموں کا بالواسطہ یا بلاواسطہ توہین رسالتؐ سے کیا تعلق ہے؟ موصوف کا یہ کوئی معروضی جائزہ نہیں۔ صرف الفاظی جمع خرچ یا مولویانہ وعظ و تلقین کی ایک ماڈرن قسم ہے۔ کوئی ان سے پوچھے حضرت آپ نے اس سلسلہ میں کوئی اقدام بھی کیا ہے۔ جیسا کہ بنگلہ دیش کے غارمین (خستہ حال) بینک کے ڈائریکٹر نے سرمایہ کاروں سے رقم لے کر تنگ دست خواتین کو ایک ایک ہزار قرضہ حسنہ ایک سال کیلئے دیا۔ ان کی ضرورت کے مطابق سلائی یا کڑھائی کی مشین فراہم کی۔ جس کی آمدن سے وہ اپنا گزارہ بھی کرتی رہیں اور قرض کی رقم بھی واپس کر دی۔ جس سے وہاں افلاس بڑی حد تک دور ہو گیا ہے۔ آپ کے بھی ملک کے سرمایہ کاروں سے تعلقات ہیں۔ آپ کو اس کار خیر سے کس نے روکا ہے؟

آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے۔ (غضب ہے کہ) ہمارے لئے ایمان آئین سے کہیں بڑھ کر ہے۔ بجا فرمایا۔ سیکولر ریاست میں ایمان کی کہاں گنجائش ہو سکتی ہے۔ اسی نظریہ کے تسلسل میں یہ بھی لکھا ہے۔ ''ہم نے اس خود ساختہ نعرہ کو سینہ سے لگا رکھا ہے کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔'' ساتھ ہی اس خود فریبی کا شکار ہیں کہ پاکستان ایک خاص مقصد کیلئے تخلیق کیا گیا تھا کہ الٰہی مشن کی تکمیل ہو سکے۔ ایک طرف بظاہر سنجیدہ اور معقول دکھائی دینے والے آرمی چیف جنرل کیانی نے بھی ایک موقع پر اعلان کیا کہ پاکستان اسلام کا قلعہ ہے۔ مگر کسی ایک ملک نے کبھی عیسائیت کو اپنے ملک کا قلعہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ دوسری طرف لاتعداد فرقوں کے ملاؤں کی بریگیڈ بار بار اسلام کے دفاع کے نام پر سڑکوں پر آ جاتی ہے۔ چیختی ہے چلاتی ہے اور بآواز بلند امریکہ کے خلاف نعرہ بازی کرتی ہے۔ یہ سب موصوف کی نظر میں احمقانہ حرکت ہے۔ اس لئے اس سے گریز کرنا پڑے گا۔ اس لئے وہ قوم کو مشورہ دیتے ہیں کہ ہمیں اپنی کمزوریوں کے باعث امریکہ کی خواہش کے مطابق آپریشن کرنا ہی پڑتا ہے۔ یعنی ہماری فوج کی اپنی کوئی حکمت عملی نہیں اور نہ ہی کوئی اپنی پالیسی ہے۔ اس کو بھی ایاز میر صاحب کی طرح امریکہ کے آگے جھکنا پڑا ہے۔ اس جھکنے کے خلاف ہر کاروائی کا تعلق توہین رسالتؐ سے ہے۔ اس لئے اس قانون کو منسوخ کرنا حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔

موصوف کا یہ بیان کہ کسی ایک ملک نے کبھی عیسائیت کو اپنے ملک کے قلعہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس بارے میں جہاں تک لفظی دعویٰ کا تعلق ہے وہ درست ہے۔ ایاز میر صاحب اور ان کی فیملی یقیناً برطانیہ میں قیام پذیر رہی ہے۔ افسوس کہ انہوں نے امریکہ اور برطانیہ کا اندرون جھانک کر نہیں دیکھا۔ جو عیسائیت کا قلعہ نہیں۔

بلکہ مضبوط ترین قلعہ ہیں۔ سیکولرازم کا لیبل برائے نام لگا ہوا ہے۔ مجھے بھی برطانیہ اور امریکہ میں کافی عرصہ قیام کا موقع ملا ہے۔ میرے برادر عزیز سلیم قریشی بار ایٹ لا برٹش نیشنل ہیں۔ کورٹ کی اسپیشل اجازت ملنے پر میں اسلامی مقدمات میں پیش بھی ہوا ہوں۔ میں اسلامی ممالک کی لندن کانفرنس میں پریسڈیم کا ممبر بھی رہا ہوں۔ کسی ملک کا قانون اور وہاں کی عدالتوں کے فیصلے اس ملک کی اصلی صورت کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ برطانیہ میں عیسائیت کے بعد مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ وہاں کے مسلمانوں نے سلمان رشدی کی شیطانی آیات کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے حکومت کو درخواست دی کہ قانون توہین مسیح میں معمولی سی ترمیم کر کے تمام انبیاء علیہم السلام کے خلاف گستاخی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا جائے۔ لیکن وہاں کے وزیر قانون مسٹر جان پیٹس نے اس درخواست کو مسترد کرتے ہوئے تحریری طور پر بتلایا کہ حکومت برطانیہ قانون توہین مسیح میں کسی قسم کی ترمیم کو جائز قرار نہیں دیتی۔ وہاں کی سب سے بڑی آخری عدالت ''ہاؤس آف لارڈز'' نے اس بارے میں فیصلہ دیتے ہوئے حکومت برطانیہ کے مؤقف کو درست قرار دیا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ برٹش لاء مذہب پر جارحانہ حملہ کو جائز قرار دیتا ہے۔ مزید برآں یہ ریمارکس بھی دیئے ہیں کہ اگر حکومت برطانیہ توہین مسیح میں اسلام کے قانون توہین رسالت کی کوئی کلاز شامل بھی کردے تو برطانیہ کی اعلیٰ عدلیہ اس قانون کو یہاں لاگو کرنے سے گریز کرے گی۔ اس فیصلہ کے خلاف یورپ کی ہیومن رائٹس کورٹ نے مسلمانوں کی نگرانی خارج کردی۔ برطانیہ میں توہین مسیح تو بڑی بات ہے۔ وہاں حکومت نے جناب مسیح کی ایک عقیدت مند نن ٹریسا کے بارے میں سٹرونگرو کی فلم کو ضبط کرلیا۔ جس میں ٹریسا کو حالت وجد میں رقص کرتے ہوئے جناب مسیح علیہ السلام کے جسم کے مختلف حصوں کو بوسے لیتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔

فلم کی اس ضبطی کے خلاف برطانیہ اور یورپ کی اعلیٰ عدلیہ نے بھی سماعت سے انکار کردیا۔ اب ذرا ایک جھلک امریکہ کی سپریم کورٹ کے موکس کیس کی بھی دیکھ لیجئے۔ جہاں یہ قرار دیا گیا کہ امریکی ریاست سیکولر ہونے کے باوجود عیسائی مذہب کی بنیاد پر قائم ہے۔ کیونکہ وہاں صدر اراکین کانگریس عدالتوں کے جج انتظامیہ کے تمام افسر اور اہل کار بائبل پر حلف اٹھاتے اور عیسائی خدا کو مانتے ہیں۔ اس لئے یہاں کسی کو عیسائی مذہب کے کسی قانون کے خلاف پبلک میں تقریر کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ان تمام باتوں کو کھلی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود ایاز میر صاحب کو امریکہ میں یا یورپ کے کسی ملک میں عیسائیت کا قلعہ نظر نہیں آتا۔

اسلام کی تاریخ کو حضرت ایاز میر نے اچھی طرح سے کھنگالا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اسلام

ہندوستان میں گذشتہ ۸۰۰ سالوں سے موجود ہے۔ اسے کبھی کسی خطرے کا سامنا نہیں رہا۔ راقم اور برصغیر ہند کے مسلمانوں کے خیال میں اگر اسلام یا مسلمانوں کو ہندوستان میں صدیوں سے کوئی خطرہ ہی نہیں تھا۔ تو پھر کیوں علامہ اقبال اور قائداعظم محمد علی جناح نے علیحدہ قومیت کا نعرہ بلند کیا اور ہندوستان سے علیحدہ مملکت قائم کرنے کیلئے اپنی زندگی کھپا دی اور پھر کس لئے ہندوستان کے لاکھوں مسلمانوں نے بے مثال قربانیاں دے کر پاکستان حاصل کیا۔ قائداعظم کے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے قائداعظم کے آخری کلمات کیا تھے کے بارے میں اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں۔ ایک بار دوا کے اثرات کو دیکھنے کیلئے ہم ان کے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ لیکن ہم نے بات چیت سے منع کر رکھا تھا۔ اس لئے الفاظ لبوں پر آ کر رک جاتے ہیں۔ اسی ذہنی کشمکش سے نجات دلانے کیلئے ہم نے خود انہیں دعوت دی تو وہ بولے۔ تم جانتے ہو جب مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے۔ یہ مشکل کام اور تمام امور میں اکیلا کبھی نہ کر سکتا تھا۔

یہ رسول اللہ ﷺ کا روحانی فیض ہے کہ پاکستان وجود میں آیا۔ اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلاف راشدہ کا نمونہ بنائیں تاکہ اللہ اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔ لیکن ایاز میر صاحب ترکی کی مثال دیتے ہیں کہ بدلتے ہوئے حالات میں ڈھال لینے کی وجہ سے وہ ایک کامیاب ملک بن گیا ہے۔ صاحب موصوف کو کون بتلائے کہ جناب والا ترکی نے اتاترک کے یورپ کی کورانہ تقلید کو ترک کر کے اس کی بجائے اسلام کی طرف مراجعت کی ہے۔ جس کی وجہ سے وہاں کے عوام کی بھاری اکثریت سے طیب اردگان کی اسلام پسند جماعت برسراقتدار آئی ہے۔

ایاز میر صاحب نے اپنے قارئین کو یہ نہیں بتلایا کہ توہین رسالتؐ کا قانون پاکستان کی ترقی میں کس طرح رکاوٹ یا مزاحم ہے۔ پاکستان تو ہندوستان سے علیحدہ اس لئے ہوا کہ یہاں محمد عربی ﷺ کا نظام حکمرانی قائم ہو۔ قائداعظم کے آخری الفاظ جو انہوں نے اپنے انتقال سے قبل اپنے ذاتی معالج ڈاکٹر ریاض علی شاہ کو بتلائے تھے۔ جسے روزنامہ جنگ نے اپنی مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں شائع کیا۔ وہی پاکستان کی جدوجہد اور تشکیل کا سنگ میل ہے۔ اس کی روئیداد ہم نے اوپر بیان کر دی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قائداعظم اس نوزائیدہ مملکت میں کس طرح الٰہی مشن کیلئے کام کر رہے تھے۔ ایاز میر قائداعظم کے ان الفاظ پر غور فرمائیں کہ وہ قوم کو یہ بتلا رہے ہیں کہ پاکستان ایک خاص مقصد کیلئے تخلیق کیا گیا تاکہ الٰہی مشن کی تکمیل ہو سکے اور

اللہ اپنا وعدہ پورا کرے۔ ایاز میر کا پاکستان کی تشکیل میں نہ کوئی حصہ ہے نہ وہ اس کے بنیادی مقاصد کی اہمیت سے واقف ہیں۔ قائداعظم پاکستان کی تشکیل کو رسول اللہ ﷺ کا روحانی فیض قرار دے رہے ہیں۔ کیا موصوف کو یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ ملک عزیز محمد عربی ﷺ کی ذات گرامی کی بدولت وجود میں آیا۔ اگر ان کے نام گرامی کو نکال دیا جائے تو پھر ہندوستان سے اختلاف کی کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔ آج اس نام نامی کو پاکستان سے معاذ اللہ ہٹا دیجئے پھر دیکھئے ہندوستان بھی آپ کو گلے لگائے گا۔

امریکہ اور یورپ کی اشیر باد بھی آپ کو حاصل ہو جائے گی۔ مگر اس کے بعد پاکستان کے وجود اور بقاء کی وجہ Reason Of Existance ہی باقی نہیں رہے گی۔ اس لئے ان کا نام نامی اس کی بقاء اور اس کی سالمیت کی ضمانت ہے۔ اگر اس نام کی عزت اور حرمت اس ملک میں بھی باقی نہ رہے تو اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کو ساری دنیا میں کھل کھیلنے کا موقع مل جائے گا۔ اس مقدس نام کی توہین کو دنیا میں کسی مسلمان نے جہاں کہیں بھی ہو یورپ، امریکہ، افریقہ میں کسی جگہ بھی برداشت نہیں کیا۔ تقسیم ہند سے قبل جب غازی علم الدین شہید نے ایک گستاخ رسول پبلشر راج پال کو قتل کر دیا تو اس پر علامہ اقبال جنہوں نے پاکستان کا بلو پرنٹ تیار کیا تھا۔ بے ساختہ فرمایا: ''ترکھان دا منڈا بازی لے گیا۔'' علم الدین اور ایک اور گستاخ رسولؐ کے قاتل غازی عبدالقیوم جن کو گستاخان رسولؐ کے قتل میں کراچی کی عدالت سے سزائے موت ہوئی تھی تو علامہ اقبال نے اپنی مایہ ناز تصنیف ضرب کلیم میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا ہے ؎

ان شہیدوں کی دیت اہل کلیسا سے نہ مانگ قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر

راج پال قتل کیس میں قائداعظم نے لاہور ہائی کورٹ میں علم الدین کی طرف سے اس کے مقدمہ کی پیروی کی تھی۔ قائداعظم کا اصول تھا کہ وہ کسی غلط مقدمہ کو لینے سے انکار کر دیتے تھے۔ لیکن ہمارے ترقی پسند دانشور ایاز میر صاحب نے توہین رسالت کو جرم تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیا۔ اس طرح وہ قرآن وسنت کے احکام کو چودہ سو سال سے امت مسلمہ کے اجماع و تواتر کو اسلامی ملکوں اور خاص طور سے پاکستان سپریم کورٹ فیڈرل شریعت کورٹ کے متفقہ فیصلوں کو نہیں مانتے۔ موصوف کا علم و دانش برطانیہ اور یورپ کی لکڑیوں کے سہارے چلنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کے بارے میں مولانا روم نے فرمایا ہے کہ ''کار چوبیں بے تمکین بود۔'' موصوف یورپ اور امریکہ کی ریاستوں اور حکومتوں کو اس لئے پسند کرتے ہیں کہ وہ سیکولر یا لادین ہیں اور عیسائیت کا قلعہ نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے ان ملکوں کے اعلیٰ عدلیہ کے فیصلوں کو پڑھنے کی کبھی زحمت گوارا نہیں کی۔ ان سیکولر ملکوں میں توہین مسیح کا قانون موجود ہے۔ جس میں وہ کسی قسم کی ترمیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ ''گے نیوز'' کے ایڈیٹر لے مون نے جناب مسیح علیہ السلام کی مجرد زندگی کے بارے میں ایک مزاحیہ نظم شائع کی تھی۔ جس پر برطانیہ کی ابتدائی عدالت نے اسے توہین مسیح کے جرم میں سزا دی۔ اس کی اپیل ''ہاؤس آف لارڈز'' نے خارج کر دی۔ اس نے یورپین کورٹ آف ہیومن رائٹس میں نگرانی دائر کی۔ لیکن اس کو بھی اس بناء پر مسترد کر دیا گیا کہ اس نظم سے عیسائی فرقہ کی دل آزاری ہوتی ہے۔ جسے برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ اسلام کے خلاف کوئی بات کی جاتی ہے تو برٹش لاز کی رو سے وہ کوئی جرم نہیں۔ لیکن اسی ہاؤس آف لارڈز کے جج لارڈ اسکارمن جن کو مشرق اور مغرب کے جمہوری ملکوں میں اور روس میں بھی ترقی پسند لبرل جج شمار کیا جاتا ہے۔ اپنے ایک معرکۃ الآراء فیصلہ میں قانون توہین مسیح کو برطانیہ کی سالمیت کیلئے ایک ناگزیر جمہوری ضرورت قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس قانون کو دوسرے مذاہب کی توہین تک بھی وسیع کیا جانا چاہیے۔ تاکہ ان کے مذہبی جذبات مجروح نہ ہوں۔ لیکن یہاں اپنے حضرت میاں میر چاہتے ہیں کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مسلمان ان کی طرح توہین رسالت ؐ کو نظر انداز کر دیں اور ان کی نظر میں اس قانون کو یہاں برقرار رکھنے کا کوئی جواز نہیں۔ اس ملک کو اسلام کا قلعہ کہنا بھی حماقت ہے۔ کیونکہ یہ ملک کسی خاص مقصد یا مشن کیلئے نہیں تخلیق کیا گیا تھا۔ مگر موصوف نے یہ نہیں بتلایا کہ اس ملک کو ہندوستان سے علیحدہ کرنے کیلئے اتنی جان کاہی قربانیوں اور جدوجہد کی ضرورت کیا تھی اور اب صاحب موصوف کے پیش نظر کیا مشن ہے جس کی رو سے وہ قانون توہین رسالت ؐ کو منسوخ کرنے کیلئے سر توڑ کوششوں میں مصروف ہیں اور صاف طور پر اسلام کے قلعہ کو مسمار کرنے کے درپے نظر آتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں جو رسالت مآب ﷺ کی عزت وحرمت کو اپنا دین وایمان نہیں سمجھتے۔ علامہ اقبال نے فرمایا ہے:

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست — اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است

فیاض کلینک کا افتتاح

سید یونس علی شاہ بخاری ایڈووکیٹ کے صاحبزادے ڈاکٹر سید زبیر یونس نے جادہ روڈ پر سول ہسپتال کے نزدیک اپنا کلینک شروع کیا ہے۔ رئیس الجامعہ نے 3 دسمبر بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز عصر اس کلینک کا افتتاح کیا جس میں بڑی تعداد میں مہمانوں نے شرکت کی۔ رئیس الجامعہ نے مختصر درس کے بعد دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو زیادہ سے زیادہ خدمت خلق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین پروگرام کے آخر میں مہمانوں کی تواضع بھی کی گئی۔